© rasailojaraid.com

پروفیسر ساجد میر ایم اے

# اسلام کا معاشرتی نظام

اسلام ایک مکمل اور جامع مذہب ہے جو عبادات، معاملات، معاشی و معاد اور معیشت و معاشرت کے جملہ ضروری اصول و قوانین پر حاوی ہے۔ باقی قوانین و اصول کی طرح معاشرت کی اصلاح و ترقی کے لیے اسلام نے جو مصلحانہ و عادلانہ قوانین وضع کیے ہیں وہ اسلامی نظام معاشرت کو تمام قدیم و جدید معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی نظاموں اور نظریات پر فوقیت بخشتے ہیں۔

اسلامی نظام معاشرت عدل کی بنیاد پر، اور اس کی عظیم و رفیع عمارت احسان کے ستون پر قائم ہے۔ انہی دو بنیادی اصولوں کا تذکرہ اس آیت مبارکہ میں کیا گیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ　　تحقیق اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم کرتا ہے۔

دنیا میں بعض معاشرتی نظام خالصتاً ظلم و جور پر مبنی رہے ہیں اور مبنی ہیں۔ مثلاً قدیم جاہلی و قبائلی معاشرے جن میں "جنگل کا قانون" اور "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا اصول کارفرما تھا۔ ظاہری ملمع کے باوجود سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کی ان کی اصلی اور منطقی شکل میں بنیادی روح بھی یہی ہے۔ جس کا بین الاقوامی مظاہرہ ویت نام اور چیکوسلاویکیہ کے واقعات کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ اس کے برعکس بعض نظام خالصتاً احسان پر مبنی ہونے کے مدعی ہیں۔ جیسے قدیم عیسائی و جینی نظام جن میں یہ تعلیم دی جاتی تھی کہ اگر کوئی تمہارے ایک رخسار پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی بلا تکلف اس کے آگے کر دو اور انسان تو انسان مچھروں اور ہوائی مکڑوں تک کو نادانستہ نگلنے سے بچنے کے لیے منہ پر ڈھاٹا باندھے رکھو۔ تیسری قسم کے نظام کی بنیاد ذاتی حد تک صرف


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عدل پر دکھائی دیتی ہے۔ ان کو اس جدید اجتماعی فلسفہ کی تائید حاصل ہے جو افراد اور مختلف طبقات کو ان کے حقوق کی تعلیم دینے کے بعد یہ سکھاتا ہے کہ ان حقوق کو تم نے ہر قیمت پر حاصل کرنا ہے خواہ اس میں دوسروں کے حقوق کا نقصان ہو۔ اس کی بنیاد افلاطون کے نظریہ Having and doing what is one's own اور اسی جدید نفسیاتی فلسفہ پر قائم ہے کہ فرد کے لیے تحصیلِ حقوق اور تکمیلِ خواہشات ضروری ہے ورنہ وہ الجھنوں (complexes) کا شکار ہو جائے گا۔

## سرمایہ داری، اشتراکیت اور اسلام

صرف ظلم، صرف احسان اور صرف عدل پر قائم شدہ ان نظریات اور نظاموں کے برعکس اسلام کا معاشرتی نظام عدل اور احسان دونوں پر مبنی ہے۔ یہ نہ صرف ہمیں معاشرتی حقوق کا عادلانہ حصول اور معاشرتی فرائض کی منصفانہ ادائیگی سکھاتا ہے بلکہ ضرورت پڑنے پر اپنے جائز حقوق سے ازراہِ احسان منصفانہ حد تک دستبرداری کی تعلیم بھی دے کر بہت سے معاشرتی مفاسد کا قلع قمع کر دیتا ہے اور حقوق و فرائض میں مناسب اعتدال پیدا کرتا ہے۔

جہاں جدید اشتراکی نظام میں چند افراد کو ریاست (state) کے نام پر پوری آبادی پر ظلم ڈھانے اور ان کے حقوق دبانے کے لیے کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور وہ اپنے عمل سے مشہور مفکر سپنسر (Spencer) کا یہ قول درست کر دیتے ہیں کہ:

SOCIALISM INVOLVES SLAVERY (اشتمالیت کے لیے غلامی لابدی ہے)

اور جہاں جدید نظام سرمایہ داری میں فرد کو آزادی کے نام پر معاشرے کو ظلم و استحصال کا شکار بنانے کی اجازت دے کر گولڈ سمتھ کے قول

(WHERE WEALTH ACCUMULATES; MEN DECAY.) (جہاں دولت بے مہار ترقی کرتی ہے وہاں انسان تنزل کا شکار ہوتے ہیں۔)

کو صحیح ثابت کیا جاتا ہے وہاں اسلام افراد کے مختلف طبقات اور فرد و ریاست کے باہمی تعلقات میں حسن و اعتدال پیدا کرتا ہے۔ جہاں سرمایہ داری CAPITALISM کیلئے استعمار[1] IMPERIALISM

---

[1] سرمایہ دار ملک اگر غریب ایشیائی افریقی ملکوں کو سیاسی استعمار اور معاشی استحصال کا نشانہ نہ بنائیں تو ان کی معیشت کی کمر ٹوٹ جائے کیونکہ یہ ان کے لیے خام مال اور تیل وغیرہ کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ اسی طرح اشتراکی حکومتیں اگر مستبدانہ طریق پر عوام کو دبائے نہ رکھیں تو ان کا غیر فطری نظام ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ جائے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس طرح ہے جس طرح چولی کے لیے دامن، اسی طرح اشتراکیت اور استبداد TYRANNY لازم و ملزوم ہیں۔ اس کے برعکس اسلام نے نظریاتی و عملی طور پر احسان اور عدل کے اصولوں پر مبنی معاشرہ تعمیر کیا ہے۔

اسلام اور موجودہ دو بڑے سیاسی واقتصادی نظاموں یعنی اشتراکیت اور سرمایہ داری میں بعض جگہ مماثلت دیکھ کر بعض کوتاہ بین کبھی اسلام اور سرمایہ داری کو ہم معنی قرار دے لیتے ہیں اور کبھی اسلام اور سوشلزم کو ایک ہی چیز کے دو مختلف نام کہہ دیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ان دونوں سے ایک الگ اور مستقل نظام کا داعی ہے۔ اسلام فرد کی آزادیٔ عمل اور آزادانہ معیشت میں سرمایہ داری کے مماثل دکھائی دیتا ہے۔ اسے یہ تسلیم ہے کہ افراد کی جسمانی و ذہنی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اُنظُرْ کَیْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ اس لیے ان کی معاشی جدوجہد کے نتائج بھی مختلف ہونے چاہییں۔ وہ یہ کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے طبقاتی تفاوت اس لیے ملحوظ رکھا ہے کہ یہ انسانی سعی وکاوش کے لیے ایک تازیانہ ثابت ہو وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتٰىكُمْ اس لحاظ سے وہ انفرادی ملکیت کا قائل ہے۔ اور اسے کمیونسٹ مینی فیسٹو میں مندرج مارکس اور اینجلز کا یہ اعلان کہ ABOLISH ALL PRIVATE PROPERTY (جملہ انفرادی ملکیتوں کو ختم کردو) نہ تو قبول ہے اور نہ وہ اسے قابل عمل سمجھتا ہے نیز وہ مدارج معیشت کی مساوات کا نہیں بلکہ بنیادی معیشت کا نعرہ لگاتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ سب افراد و طبقات کو یکساں ملے البتہ یہ ضرور کہتا ہے کہ ملے سب کو۔ بنیادی ضروریات سب کی پوری ہوں اور ترقی کی راہ سب پر کھلی رہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ دولت کی مساوی (equal) نہیں بلکہ منصفانہ (equitable) تقسیم کا داعی ہے اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے سرمایہ دارانہ نظام کے برعکس آزادانہ معیشت پر بعض قیود عائد کرتا ہے۔ ان میں سے بعض قیود دولت کے حصول و پیداوار PRODUCTION پر ہیں اور بعض اس کے خرچ اور تقسیم CONSUMPTION & DISTRIBUTION پر مثلاً یہ کہ دولت حلال ذرائع سے حاصل کی جائے اور خیانت، غصب، غبن، سرقہ، ناپ تول میں کمی، سود، فواحش و منکرات کی کمائی، احتکار، رشوت وغیرہ سے اجتناب کیا جائے۔ خرچ اپنی ذات پر کیا جائے تو بے جا اسراف سے بچا جائے اور رشتہ داروں، مسکینوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاجت مندوں کی ضرورتوں پر بذریعہ زکوٰۃ، صدقات وخیرات بھی خرچ کیا جائے وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ اور اسے کنز بے مصرف کی حیثیت نہ دی جائے وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ پھر قانونِ وراثت سے دولت کی مزید ممکن حد تک وسیع دائرہ میں تقسیم کر دی جائے اور ان اصولوں کا مقصد یہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر بے مصرف نہ ہو جائے کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ اس طرح اسلامی اقتصادی نظام بالفاظ اقبال ؎

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

## اسلام کا مقصدِ عظیم ــــ عدلِ اجتماعی

گویا اسلام کا معاشرتی نظام اس بات کا ضامن ہے کہ مختلف معاشرتی دوائر مثلاً سیاست، اقتصادیات، اجتماعی اخلاقیات اور باہمی معاشرت میں عدل واحسان کارفرما ہیں۔ افراد کو مناسب آزادئ عمل اور آزادئ اظہار حاصل رہے اور ان کے مختلف طبقات میں معاشی ومعاشرتی توازن قائم کرتے ہوئے انہیں ایک دوسرے کے ظلم واستحصال سے بچایا جائے۔ دراصل قرآنِ مجید نے تمام رسولوں کی بعثت اور آسمانی کتابوں کی تنزیل کا ایک اہم مقصد ہی یہ قرار دیا ہے:

| | |
|---|---|
| لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ | ہم نے رسولوں کو روشن دلائل دے کر بھیجا |
| وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْکِتٰبَ وَ | اور ان کے ساتھ کتاب اور میزانِ عدل کو نازل |
| الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ | فرمایا تاکہ لوگوں کی اجتماعی زندگی میں انصاف |
| (سورہ حدید) | اور توازن پیدا ہو۔ |

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر یہ اعلان کرنے کو کہا گیا:

| | |
|---|---|
| وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ | مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان |
| (سورہ شوریٰ) | عدل کو ملحوظ رکھوں۔ |

اور عام مسلمانوں کو فرمایا گیا:

| | |
|---|---|
| اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی | عدل کرو۔ وہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ |

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ — عدل و توازن سے کام لو۔ اللہ کو عادل و مقسط لوگ پسند ہیں۔

اور پھر عدل سے دو قدم آگے بڑھ کر برّ و احسان کی تاکید فرمائی گئی:

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ — ایک دوسرے سے نیکی اور احسان کرنا نہ بھولو

قسط و عدل اور احسان و تلطف کے ان اصولوں کی بنیاد پر اسلام ایک ایسا معاشرہ تعمیر کرتا ہے جس میں ایک طرف افراد اپنے بنیادی حقوق سے بہرہ ور اور دوسرے افراد کے حقوق کی ادائیگی پر کمربستہ ہوں۔ دوسری طرف مختلف معاشرتی طبقات SOCIAL UNITS مثلاً خاندان و قوم والدین و اولاد، میاں بیوی، اعزہ و اقرباء وغیرہ کے باہمی حقوق و فرائض متعین ہوں۔ تیسری طرف ایک ایسا اجتماعی، سیاسی و اقتصادی ماحول میسّر ہو جس میں افراد کو شرعی حدود کے اندر آزادیٔ عمل، آزادیٔ اظہار، آزادیٔ معیشت اور مساوات حاصل ہو اور چوتھی طرف ایک ایسی ہیئتِ اجتماعیہ اور حکومت وجود میں آئے جس کا مطمحِ نظر امانت، خدمت اور انصاف ہو۔

اب آئیے ذرا تفصیل سے اسلام کے اس عادلانہ اور احسان و تلطف آمیز نظامِ معاشرت کی تفصیلات پر نگاہ ڈالیں جس کا اجمالی تذکرہ ہم نے اپنے ان حالیہ الفاظ میں کیا ہے۔

## فرد کے حقوق

اسلام سب سے پہلے فرد کو حفاظتِ جان (PROTECTION OF LIFE) کا حق دیتا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ۔ قتلِ عمد پر خلود فی النار کی سزا مقرر کی گئی۔ خودکشی کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ حفاظتِ جان کے حق ہی کے سلسلہ میں ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ نَفْسِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ — جو اپنی جان کی حفاظت کرتا ہوا (مدافعانہ لڑائی میں) مارا جائے وہ شہید ہے۔

اسی طرح حفاظتِ مال اور ملکیت کا حق RIGHT OF OWN PROPERTY بھی دیا گیا ہے۔ تفصیلی حوالوں سے قطعِ نظر، ایک مختصر مگر جامع آیت میں فرمایا گیا:

لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ — آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی تک کے لیے زمین حاصل کرنے سے قبل اس کی قیمت مالکوں کو ادا کر دی۔ مذہبی آزادی و رواداری کے سلسلہ میں ارشاد ہے:

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ — دین میں زبردستی نہیں

اور ارشاد ہے:

لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ — یعنی کافروں کو توحید کی مثبت دعوت تو دو مگر ان کے معبودوں کو برا بھلا کہہ کر ان کی دل آزاری نہ کرو۔

نیز حدیث میں حالت جنگ کے اندر بھی کافروں کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنانے سے احتراز کرنے کی تلقین کی گئی۔ فرد کی عزت کے تحفظ کے لیے احکام صادر ہوئے کہ:

- لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ — یعنی ایک دوسرے سے دل آزارانہ مذاق نہ کرو
- لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ — ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔
- لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا — غیبت نہ کرو
- وَ لَا تَجَسَّسُوْا — اور دوسروں کے عیب معلوم کرنے کی ٹوہ میں نہ رہو

فرد کی نجی زندگی PRIVACY کی حفاظت کے لیے تاکید کی گئی:

لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا — بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں داخل مت ہو۔

پھر فرد کے ان حقوق کو مختلف دیوانی و فوجداری قوانین سے پختہ کیا گیا مثلاً قتل، ڈاکہ، زنا، چوری، قذف وغیرہ کی باقاعدہ حدود اور سزائیں مقرر کی گئیں اور معاملات میں سود، احتکار، بیع غرر، سٹہ بازی وغیرہ کو منع کر کے افراد کو ایک دوسرے کے مالی استحصال سے بچایا گیا۔

## معاشرتی و معاشی آزادی اور مساوات

معاشرتی مساوات اور آزادی کے حصول کے لیے قانون کی بالاتری RULE OF LAW پر زور دیا گیا مثلاً یہ فرمایا گیا کہ:

"حاکم کا حکم اگر قانونِ اسلامی کے دو بنیادی مصادر SOURCES یعنی قرآن و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنت پر مبنی نہ ہو تو اس کی پیروی غیر ضروری بلکہ ناجائز ہے۔"

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰہِ

اور اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ فی معروف کی قید لگائی گئی۔ اس سلسلہ میں شخصی آزادی PERSONAL LIBERTY اور بغیر قصور اور بغیر مقدمہ چلائے قید و نظر بندی کا دروازہ بھی بند کیا گیا۔ قرن اول میں بعض اشخاص شبہ میں گرفتار کیے گئے۔ ان کے ایک ہمسائے نے عین جمعہ کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی گرفتاری کی وجہ دریافت کی۔ حاکم کو جب معلوم ہوا کہ وہ افراد بغیر ٹھوس وجہ کے محبوس ہیں تو وہیں کھڑے کھڑے اس نے کہا:

خَلُّوْا لَهٗ جِیْرَانَهٗ اس کے ہمسایوں کو فوراً رہا کر دو۔

پھر عام مسلمانوں کو کاروبارِ مملکت میں شریک بناتے ہوئے کہا گیا:

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ یعنی مسلمانوں کے اجتماعی امور ان کے باہمی مشورہ سے انجام پانے چاہییں۔ (سورہ شوریٰ)

حتیٰ کہ خود مہبطِ وحی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تاکید فرمائی گئی:

وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ مختلف امور میں ان سے مشورہ کر لیا کریں۔

اس ضمن میں عوام کو آزادئ اظہار FREEDOM OF EXPRESSION سے بھی نوازا گیا حتیٰ کہ جابر سلطان کے عین سامنے حق بات کہنے کو "افضل الجہاد" سے تعبیر کیا گیا۔ حتیٰ کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان حکمران از خود عوام کو یہ ترغیب دیا کرتے تھے کہ وہ اپنے اس حق کو استعمال کریں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کے بعد اپنے افتتاحی خطبہ میں فرمایا:

اَطِیْعُوْنِیْ مَا اَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں قانونِ الٰہی اور سنت کے مطابق چلوں۔

اور فرمایا:

اِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ وَاِنْ اگر میں ٹھیک ٹھیک چلوں تو میرے ساتھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اَسَأْتُ فَقَوِّمُوْنِیْ — تعاون کرو اور اگر میں خرابی کروں تو مجھے ٹھیک کردو۔ (البدایہ والنہایہ)

حضرت عمرؓ نے بھی ایک دفعہ بھرے مجمع میں فرمایا:

مَنْ رَّأٰی مِنْکُمْ فِیَّ اِعْوِجَاجًا فَلْیُقَوِّمْہُ — تم اگر مجھ میں کوئی کجی اور خامی پاؤ تو اسے درست کردو۔

ایک مرتبہ آپ نے امتحاناً لوگوں سے سوال کیا:

"اگر میں کجروی اختیار کروں تو تم کیا کرو گے؟"

ایک شخص اپنی تلوار سونت کر کھڑا ہوگیا اور کہا:

"اس سے تمہیں سیدھا کریں گے۔"

آپ جانتے ہیں، عمرؓ نے اس پر کیا فرمایا؟ آپ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّقَوِّمُ عُمَرَ — خدا کا احسان ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ باقی ہیں جو عمر جیسے خلیفہ کو درست کرسکتے ہیں

---

فتوح الشام میں درج ہے کہ حضرت معاذ بن جبل نے دربارِ روم میں اسلامی جمہوریت کا نقشہ ان مختصر مگر جامع الفاظ میں کھینچا:

اَمِیْرُنَا مِنَّا اِنْ عَمِلَ فِیْنَا بِکِتَابِنَا وَسُنَّۃِ نَبِیِّنَا قَرَّرْنَاہُ عَلَیْنَا وَاِنْ عَمِلَ بِغَیْرِ ذٰلِکَ عَزَلْنَاہُ عَنَّا — ہمارا امیر ہمیں میں سے ایک فرد ہوتا ہے اگر وہ کتاب وسنت کے قوانین کے مطابق فیصلہ کرے تو اسے برقرار رکھتے ہیں اور اگر وہ ان سے ہٹ جائے تو اسے الگ کر دیتے ہیں۔

---

اسلامی جمہوریت کی یہ روح بعد کے دورِ ملوکیت واستبداد میں بھی اپنی شاندار جھلکیاں دکھاتی رہی اور علمائے حق نے جابر سلاطین کے سامنے ہر قیمت پر کلمۂ حق کہہ کر اس کے پرچم کو حتی الامکان بلند رکھا۔

اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے فرد کو آزادیٔ عمل سے بھی ہمکنار کیا۔ اس کا اندازہ ذرا یہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے لگائیے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی غیر تشریعی و ذاتی رائے کو دوسروں پر مقدس گران کی آزادی عمل کو ختم کرنے سے احتراز فرماتے تھے۔ چنانچہ بریرہ رضؓ نے جب اپنے خاوند مغیث رضؓ کے پاس رہنے سے انکار کر دیا تو آپ نے مغیث رضؓ کی بے قراری دیکھ کر بریرہ رضؓ کو اس کی دلدہی کی ترغیب دی۔ بریرہ نے عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتَاْمُرُنِیْ؟ — کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

"نہیں یہ صرف سفارش ہے۔"

تو بریرہ رضؓ نے کہا:

لَا حَاجَةَ لِیْ فِیْهِ (کتب سنن) — مجھے اس کی ضرورت و رغبت نہیں۔

یہ آزادی عمل معاشرتی کے علاوہ معاشی دائرہ میں بھی عطا کی گئی ہے۔ چنانچہ کھجور کی پیوند کاری کے مشہور واقعہ میں فرمایا:

و اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ — تم اپنے دنیاوی و معاشی امور چلانا بہتر جانتے ہو

اور: اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ رَّاْیِیْ — جب میں اپنی رائے سے کوئی بات کروں

فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ — تو میں بہر حال ایک انسان ہی ہوں

اس آزادی پر یہی پابندی ہے کہ فرد ناجائز اور دوسروں کے لیے تکلیف دہ معاشی سرگرمیوں میں (جن کی مثالیں اوپر گذر چکیں) حصہ نہ لے۔

معاشرتی مساوات اور اخوت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا اسلام کا ایک ایسا زریں کارنامہ ہے جو دراصل پوری نسلِ انسانی پر عظیم احسان کی حیثیت رکھتا ہے اور تہذیب عالم پر اسلام کے اس احسان کو گبن اور ٹائن بی جیسے عظیم غیر مسلم مؤرخین نے بھی خراج تحسین پیش کیا ہے۔ نظریہ مساوات انسانی اور پھر خصوصاً وحدتِ ملتِ اسلامیہ کا نظریہ دراصل اسلام کے بنیادی عقیدۂ توحید کی منطقی شاخیں ہیں اور ان کی بنیاد انسان اول کی تخلیق تک دور دراز اور گہری چلی گئی ہے۔ الوہ واحد و

الوہ واحد ارشادِ باری ہے:

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ — اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد و عورت


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ (آدمؑ وحواءؑ) سے پیدا کیا اور تمہاری ذاتیں اور
قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا قبیلے تو تمہارے باہمی تعارف کے لیے بنائے ہیں۔

پھر فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں

یہ تعلیم زبانی ہی نہ تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد چشم عالم نے انصار اور مہاجرین کے درمیان اخوت و مساوات کے جو نقشے دیکھے وہ انہیں آج تک نہیں بھول سکی۔ انصار نے ہر قسم کے تفاخر اور عصبیت کو نظر انداز کر کے اپنے مہاجر بھائیوں کو اس طرح گلے سے لگایا کہ اپنی جان، مال اور اپنے گھروں تک میں انہیں اپنا مساوی بنالیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبہ میں (جو دراصل دنیا بھر میں حقوق انسانی کا عظیم ترین عادلانہ و محسنانہ منشور رہے) فرمایا کہ:

كُلُّكُمْ بَنِيْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کی پیدائش مٹی
لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَ لَا سے تھی۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سیاہ
لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَسْوَدَ فام کو سرخ (وسفید) پر اور سرخ (وسفید)
عَلَى الْاَحْمَرِ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى کو سیاہ فام پر فضیلت حاصل نہیں
الْاَسْوَدِ

---

مختصر یہ کہ:

لَا فَضْلَ لِاَحَدٍ عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا معیار فضیلت صرف تقویٰ و نیکی ہے۔ نسل، خاندان
بِالتَّقْوٰى مال اور اقتدار نہیں۔

ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

مساوات کے ضمن میں رنگ و نسل اور دولت و وجاہت کو اہمیت نہ دینے کی آتنی درخشاں مثالیں تاریخ اسلام نے اپنے جلو میں سمیٹی ہوئی ہیں کہ آج کا نام نہاد متمدن دور ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

عہد رسالت کا واقعہ ہے کہ دو جلیل القدر صحابیوں حضرت ابوذرؓ اور حضرت بلال حبشیؓ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بشری تقاضے سے کچھ تنازع پیدا ہوگیا اور حضرت ابوذر رضؓ نے غصہ میں آکر بلال رضؓ کو یا ابن السوداء "یعنی" او حبشن کی اولاد" ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک خبر پہنچی تو آپ نے ابو ذر کو ڈانٹا اور ارشاد فرمایا:۔

اِنَّكَ امْرُءٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ" تجھ میں جاہلیت کے آثار ابھی باقی ہیں۔

گویا اپنے مخصوص بلیغ انداز میں سمجھایا کہ کسی کے رنگ اور نسل کو حقیر سمجھنا اسلام کا نہیں جاہلی معاشرت کا اصول ہے۔ ع

تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے!

جناب ابو ذر رضؓ کے لیے اتنا اشارہ کافی تھا۔ انہوں نے فوراً بلال رضؓ سے معذرت کر لی اور معذرت بھی ایسے عاجزانہ اور اس قسم کے الفاظ میں جنہوں نے جھوٹے نسلی وقار کو ہمیشہ کے لیے خاک میں ملا دیا۔ بولے:

"بلال رضؓ! لے میرے اس (سرخ و سفید) چہرے کو (جو اشرف الاعضاء ہے) اپنے ان (کالے کلوٹے) پیروں تلے روند ڈال!!"

یہ کسے معلوم نہیں کہ فاروق اعظم رضؓ نے حاکم غسان جبلہ اور اس کے پورے پانچ سو ساتھیوں کا اسلام چھوڑ دینا گوارا فرمالیا تھا مگر اسلامی عدل و مساوات کے اصول پر آنچ نہ آنے دی تھی۔ ہوا یوں کہ عرب کی سرحدی ریاست کا یہ عیسائی حکمران مسلمان ہونے کے ارادہ سے اپنے پانچ صد خدام کے ساتھ مدینہ منورہ آیا اور پھر حج کے لیے مکہ بھی پہنچا۔ وہاں طواف کے دوران ایک عام مسلمان کا پاؤں اس کے قیمتی دوشالے پر آگیا تو اس نے اسے تھپڑ مارا جس سے اس کی آنکھ کو نقصان پہنچا۔ حضرت عمر رضؓ نے اسے قصاص دینے کو کہا۔ وہ حیران ہو کر بولا:

أَوَ عَيْنُهُ مِثْلُ عَيْنِي؟ اس معمولی بدو کی آنکھ ایک بادشاہ کی آنکھ کے برابر ہوسکتی ہے۔

حضرت عمر رضؓ نے فرمایا:

"جبلہ! اسلام میں سب کو مساوات و برابری حاصل ہے۔"

جبلہ نے مہلت طلب کی اور اس کے دوران راتوں رات اپنے ساتھیوں کو لے کر رومی علاقہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھاگ گیا۔ مگر رہتی دنیا تک مساوات و عدلِ اسلامی کا لازوال نقش جریدۂ پر ثبت کر گیا اور دنیا کو بتلا گیا کہ اسلام کا نظام کیا ہے؟ بالفاظ اقبال ؎

موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فغفور و خاقاں نے فقیرِ رہ نشیں

فاروق اعظم رضی کے عہد میں چشمِ عالم نے یہ عجیب نظارہ بھی دیکھا کہ خلیفہ وقت اپنے خادم کے ساتھ عازم بیت المقدس ہیں۔ دونوں کے پاس ایک سواری ہے وہ باری باری استعمال کر رہے ہیں حتیٰ کہ شہر کے قریب پہنچ کر جب کہ اتفاق سے خادم کی باری ہے۔ وہ اپنی باری چھوڑ کر بصد ادب ان سے سوار ہونے کی درخواست کرتا ہے مگر اس کے آقا اور ہمارے آقا سیدنا عمرؓ اس کی باری چھین کر خود سوار ہونے سے انکار کر دیتے ہیں اور اس شان سے شہر میں داخل ہوتے ہیں کہ خادم سوار ہے اور سواری کی لگام مالک کے ہاتھ میں ہے۔

یہ عجیب نظارہ جنگِ بدر کے اس عجیب تر منظر کی بازگشت تھا جب آقائے دوجہاں (صلی اللہ علیہ وسلم سواریوں کی کمی کے پیشِ نظر اپنے اونٹ میں شریکِ سفر دو ساتھیوں کو باری باری بٹھاتے تھے اور اپنی تمام تر بزرگی، عزت اور مرتبہ کو جن پر دوجہاں کی تمام بندگیاں، عزتیں اور مرتبے قرباں کیے جا سکتے ہیں) پیدل چلنے میں محسوس کرتے تھے۔

مساوات کے یہ شاندار مظاہرے زمانے کے لیے انتہائی حیرہ کن تھے۔ شاہ مصر کا سفیر جب اسلامی لشکر کے سالار عمرو بن العاص کے ساتھ گفت و شنید کرنے کے لیے آیا تو وہ مساوات کے عملی نقشے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ واپس جا کر اس نے اپنی حیرانی کو ان الفاظ میں بیان کیا:

اَمِيْرُهُمْ كَاَنَّهٗ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ مَا
يُعْرَفُ رَفِيْعُهُمْ مِنْ وَّضِيْعِهِمْ
وَلَا السَّيِّدُ مِنَ الْعَبْدِ

مسلمانوں کا امیر انہی میں کا ایک فرد معلوم ہوتا ہے ان کے بلند مرتبہ شخص کو ادنیٰ سے پہچاننا مشکل ہے اور وہ اس طرح گھلے ملے رہتے ہیں کہ غلام اور آقا کی تمیز نہیں ہو سکتی۔

اس مہم کے دوران مسلمانوں کا ایک وفد بھی دربارِ مصر میں پہنچا۔ اس کے قائد عبادہ بن صامت تھے جو انتہائی سیاہ فام تھے۔ شاہِ مصر نے حیران ہو کر اہلِ وفد سے پوچھا۔ بھئی تم ان کی قیادت پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیسے راضی ہو گئے؟ انہوں نے کہا:

| | |
|---|---|
| هُوَ اَفْضَلُنَا وَ اَعْقَلُنَا | وہ نیکی وطہارت میں ہم سب سے افضل اور عقل |
| ________________ | میں سب سے زیادہ ہیں۔ رہی سیاہ فامی تو وہ |
| ________________ | ہمارے ہاں کوئی عیب نہیں |

یہ وہ مثالیں ہیں جو نہ صرف اس دور کے لحاظ سے عجیب وغریب تھیں بلکہ جیسا کہ اوپر کہا گیا، ان کی آج کے مہذب ومتمدن ممالک بھی پیش نہیں کر سکتے۔ تہذیب جدید کے علمبردار امریکہ کی مثال لیں، یہ وہ ملک ہے جس کی کم ازکم بیس ریاستوں میں سفید فام اور سیاہ فام بچوں کو الگ الگ مدرسوں میں پڑھنا پڑتا ہے، جس کی چودہ ریاستوں میں سفر کے دوران بھی سیاہ فاموں اور سفید فاموں کو قانوناً الگ الگ ڈبوں میں سفر کرنا ہوتا ہے، جہاں بڑے بڑے شہروں میں سیاہ فاموں کی الگ کالونیاں ہیں۔ جہاں سفید فاموں اور سیاہ فاموں کا نکاح قانوناً منع ہے، جہاں سیاہ فاموں اور ان کے امن پسند لیڈروں تک کو آئے دن ظلم وستم اور قتل وغارت کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور جہاں کی سینٹ کے ایک ذمہ دار ممبر نے حال ہی میں کہا ہے کہ:

"سیاہ فاموں کو ہم سفید فاموں سے مساوات کا خیال ہمیشہ کے لیے دل سے نکال دینا چاہیے۔"

## خبرِ غم!

اسی ماہ مدیر "ترجمان الحدیث" کی دادی صاحبہ اور خالو حاجی محمد بشیر صاحب جو سرگودہا کے ممتاز تاجر اور جماعت اہل حدیث کے مخیر بزرگ تھے انتقال فرما گئے۔ قارئین سے دعا مغفرت کی درخواست ہے۔

ادارہ اپنے مدیر اعلیٰ کے غم میں برابر کا شریک ہے اور مرحومین کے لیے رفع درجات کی دعا کرتا ہے۔

(ادارہ)

© rasailojaraid.com